سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار

ڈاکٹر عمرانہ شہزادی ☆

Abstract:

This article provides a description about the role of sufis which they perform in any and Era to build social behaviours and manners of individuals in society. They seek complete guidance from Holy Quran and the Seerah of Holy Prophet (S.A.W.W) to educate the mankind for having self purification. Their Primary focus is to eliminate greed egotism and other evils and clean the heart from pride. They teach that a man of good behaviour and character is who fulfill all duties which are assign them by Allah.They preach Islam and encourge the society to gain spiritual pleasures and to face difficulties and pain with patience.

Key words:

Sufis, Behaviour, Eliminate, Sufism, Society, Spiritual, Pleasures, Pain, Patience, Encourage.

سماج سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور بطورِ اسم مستعمل ہے گروہ، سوسائٹی (معاشرہ)، بزم، انجمن، محفل اور مجلس اس کے مترادفات ہیں۔

Cooling Wood ماہرِ سماجیات نے کہا، سماج جمعیت کی وہ قسم یا حصہ ہے جس کے افراد اپنے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج برائے خواتین یونیورسٹی، فیصل آباد

طرزِ زندگی کا شعور رکھتے ہیں، رویہ وہ مشترکہ مقاصد اور اقدار ہیں جن کے ذریعے وہ مربوط ہوتے ہیں۔ (۱)

ماہرِ سماجیات ایک سائنسدان کی حیثیت سے یہ تو بتا سکتا ہے کہ اس کے نزدیک کسی مخصوص سماج کے مقاصد واقدار کیا ہیں لیکن مذہب وتصوف کی حدود میں داخل ہوئے بغیر وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ ان اقدار ومقاصد کا حصول کیسے ممکن ہے گویا مرض کی تشخیص ہوگئی لیکن علاج شروع نہ ہو سکا۔ ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ تعمیر شخصیت ہی سماجی رویوں کی تشکیل کا سبب بنتی ہے، گوئٹے کے الفاظ ہیں ''ہر شخص کا آخری مقصد اور قوی ترین خواہش انسانی وجود یا شخصیت کی پوری تکمیل ہے''(۲)

شخصیت، بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق، کردار، اعتقادات اور حسین اعمال سے معرض وجود میں آتی ہے اور سچی شخصیت ہمیشہ اپنے اندر ایک پیغام رکھتی ہے اور اپنے پیغام میں اس کا ایمان ہوتا ہے یہ روح فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق سے آشنا ہے اور اس کے قرب کی جویا ہے کیونکہ عالم ارواح میں ''اَلستُ بربکم'' کا جواب اِثبات میں دے کر آئی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اس کا محور ہے اس لیے ہر قلب میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس اور اس کی طرف بڑھنے کی اُمنگ موجود ہے۔ اسی کی یاددہانی کے لیے پیامبر تشریف لائے اور اسی تعلق کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکھری ہوئی صورت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے صاحبِ ایمان کہلائے تو ان کے نام تاریخ کے حافظے سے محو نہ ہو پائے یہی لوگ انسانیت کے گلِ سرسبز بنے وہ بیج جن سے نئے نئے گلشن کھلتے رہے۔

دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بندوں کے تعلق کا آئینہ دھندلانے لگا جس کے نتیجے میں تعصّبات مذہبی فرقہ پرستی، ریاکاری ظاہر داری جیسے ناسور سماج میں پنپنے لگے تو نبضِ ہستی ڈگمگانے لگی تب اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں مثل شمع روشن کچھ نفوسِ قدسیہ نے توحید پر پختہ یقین، شریعتِ محمدی پر ایمان، خلوصِ دل سے تقویٰ رواداری، انسان دوستی، نفسانی خواہشات سے اپنا ہاتھ کھینچنے، تزکیہ نفس کے منصب کی پاسداری کو اپنا مشن بنایا اور روحِ اسلام کی حیاتِ نو کی، ان کے اس عمل کو اصطلاح میں تصوف کے نام سے پکارا گیا (اور فحول صوفیہ کے ہاں تصوف تزکیۂ نفس اور تصفیۂ اخلاق کا نام ہے)(۳) اس رویہ کو اختیار کرنے والے ولی بن گئے۔ ان کے آستانے امن کے ٹھکانے بنے، دل کی اُجڑی بستیاں ذکرِ الٰہی سے آباد ہوئیں ان کے ہاتھ ہمیشہ دعا کے لیے اُٹھے آج دنیا ان کی عظمتوں کو سلام کرتی ہے۔

تصوف کے ناقدین دلیل دیتے ہیں کہ صدرِ اسلام میں لفظ تصوف تو مستعمل نہ تھا، تصوف کے خلاف فتویٰ بازی آج کی بات نہیں انانیت پسندوں کا وطیرہ شروع ہی سے ایسا اور اپنی فکر کو ملت کی فکر پر ترجیح دینے

والے کا رویہ ہمیشہ ناقدانہ اور معاندانہ ہی ہوتا ہے۔

تصوف کے وجود سے انکار ممکن نہیں، صوفیہ کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنے والوں نے ان کی حالاتِ زندگی، زہد، ورع وتقویٰ، شریعت کی پاسداری سے ان کے کردار کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہ کی اور تعصب کا شکار ہو کر تصوف کو شریعت کا بدل قرار دے دیا اور بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ایسا لگتا ہے کہ وہ آخرت میں جوابدہی سے غافل ہیں۔

توحید پر پختہ ایمان، شریعتِ محمدی پر خلوصِ دل سے عمل پیرا ہونا، خلقِ خدا سے شفقت اور خدمتِ خلق حقیقتِ اسلام کی روح پیش کرتے ہیں اور یہی اسلامی تصوف کی خوبیاں ہیں ان پر عمل پیرا ہونا قطعاً بدعت کے زمرے میں نہیں آتا گویا تصوف کوئی درآمد شدہ جنس وعمل نہیں یہ خالصتاً اسلامی تعلیمات سے ترتیب پایا ہوا طریقۂ عبادت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک عام مسلمان کی زندگی روحِ اسلام کی اس قدر عکاس تھی کہ تعارف وشناخت کے لیے صوفی کی اصطلاح کا مستعمل ہونا ضروری نہ تھا صحابہ کرام مفسر ومحدث ہونے کے باوجود صحابی کہلانا اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے حالانکہ وہ خود ہی تو صوفی تحریک کے بانی تھے۔ تعارف وشناخت کے لیے القابات ہمیشہ حالات وضرورت کے حوالے سے رواج پاتے ہیں اور ان سے ایسے لوگوں کو نوازا جاتا ہے جنہیں عوام کے مقابلے میں امتیاز حاصل ہو۔ بطورِ طبیب حاذق شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے دورِ صحابہ کے بعد سماج کی تطہیر کے لیے جن اللہ کے بندوں نے سماج میں پنپتے ہوئے ناسور کا علاج کیا تو ان نفوس قدسیہ کے تعارف وشناخت کے لیے لفظ ''صوفی'' کے سابقے ولاحقے اختیار کیے گئے جو کوئی غیر اسلامی اقدام نہ تھا۔ اس نام نے انہیں عوام الناس سے ممتاز کیا۔ کیونکہ انہوں نے اس آلائشوں سے بھرپور معاشرے میں انسانیت کو توحید، وحدتِ انسانی، صداقت شعاری کی اہمیت سے روشناس کیا تھا۔ ایسی ایسی خانقاہیں قائم ہوئیں کہ تخت نشینوں کو رشک آنے لگا متلاشیانِ حق علم وہدایت کے لیے ان کی درگاہوں پر حاضر ہوتے رہے اور دین ودنیا کی نعمتیں پاتے رہے بہ وجود جب کبھی کمیاب ہوئے تو طلب خیر کے متوالوں کی بے قراری امڈ آئی اور ''اتسانم آرزواست'' کی پکار اُٹھنے لگی سماج ان کی تشریف آوری سے فلاح پانے کا آرزومند ہوا، باغی سماج اطاعت شناسی کے جوہر سے تابدار ہوا، اسلام کے تمکن اور رسوخ میں انہوں نے جو کردار ادا کیا وہ قابلِ تحسین ہے، انہیں کرامات کے ترازوں میں نہ تولا جائے۔ بقول اقبال:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۴)

سماج کو پاکیزگیٔ نفس کے شعور سے آگاہ کرنے کے لیے حضرت پیر پیراں نے فرمایا: تقویٰ یہ ہے کہ

کسی شخص کے دل میں جو کچھ ہے اگر وہ طباق میں رکھ کر اسے بازار میں پھرنا پڑے تو اسے اس میں عار نہ ہو۔(۵) آج مذہبی تنگ نظری، تعصبات کی بنا پر قتل گری، انسانی دہشت گردی، خون ریزی، انسان دوستی سے انکار تحمل و برداشت کے فقدان کا منہ بولتا ثبوت ہے ایسے حالات میں سچا صوفی محبت اور انسان دوستی کا داعی رہا ہے۔ دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا انکسار سے پیش آنا شفقت کرنا انبیاء و اولیاء کا خاصا تھا وہ دوسروں کی دی ہوئی اذیت برداشت کرتے تھے۔ انہوں نے سماج کی تربیت انتقام لینے کے طریق سے نہیں کی بلکہ علاج کے طور پر ہمدردی سے کی اور انسانیت کو صداقت شعاری کی اہمیت سے روشناس کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ ”صوفیہ کا اہم خلق تحمل اور مدارت ہے تحمل سے نفس کا جوہر کھلتا ہے۔“(۶)

سماج کی ترقی کے لیے سب سے بڑی ضرورت اس میں انسانی ہم آہنگی کا ہونا ہے ترقی کے ضامن مادی وسائل کا وافر مقدار میں ہونا ہی نہیں ہوتا بلکہ افراد کی ذہنی آسودگی سکون، طمانیت قلبی سے ان کا بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے۔ لازم ہے کہ وہ خدمتِ خلق کے جذبے کے حامل اور ہم مشربیت کی روایت کے پاسدار ہوں یعنی نہ دوسروں کے مذہب و مسلک عقیدہ اور عقیدتوں کی تنقیص کریں اور نہ ان پر تنقید بلکہ ایک حد تک دوسروں کے مذہب و مسلک کا احترام کریں اس مقصد کے حصول کے لیے تصوف جو وحدتِ خداوندی اور وحدتِ انسانی، حسنِ خلق، خدمتِ خلق اور دوسروں کے جذبات و افکار کے احترام کی روایت پر مبنی ہے کے اختیار کرنے سے سماج صحیح معنوں میں ترقی کر سکتا ہے۔ تصوف میں مذہب و مسلک اخلاق و انسانیت آموز مطالب کا ایک عظیم سرمایہ موجود ہے۔ اسی عالمگیر افادیت اور اہمیت کے پیشِ نظر آج تعلیمی اداروں میں تصوف سنٹر، تصوف چیئرز قائم کرنے، تصوف کانفرنسز منعقد کروانے، تصوف کے رسائل و جرائد کے اجراء کا اہتمام کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

صوفیہ نے توحید کی تلقین اور انسان دوستی کو ساتھ ساتھ رکھا کیونکہ ان کے نزدیک سارے انسان جسدِ واحد کی طرح ہیں جس طرح جسم کے اگر ایک عضو کو درد ہوتا ہے تو دوسرے اعضاء بھی درد محسوس کرتے ہیں۔

حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو وہ ہمارے پاؤں میں چبھتا ہے اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا درد ہوتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی محسوس ہوتا ہے۔

بایزید رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ! میرا وجود اتنا بڑا کر دے کہ دوزخ میں صرف میرا وجود سما

جائے اس میں کسی اور کی گنجائش نہ رہے۔"(۷)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں جب تک تمام خلقِ خدا کو اپنے عیال کی طرح نہ سمجھے صوفی بزرگ عزالدین نسفی فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹا ہو یا بڑا سب کو عزیز جانو تا کہ چھوٹے بڑے تمہیں عزیز جانیں دوست تو زیادہ دوست بنے اور دشمن زیادہ دشمن نہ بنے بلکہ دوست بن جائے۔

ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو "ریا کار" کہہ کر پکارا، مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا بہت خوب! دنیا والے میرا نام بھول گئے تھے تم نے دوبارہ بتا دیا۔

ایک شخص نے حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو گالی دی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

کچھ لوگوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا تھا تو آپ نے بطورِ تحفہ تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامے میں درج کرا دی ہیں میں اس کا معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حسنِ خلق تو یہ ہے کہ "مخلوق کو ایذاء نہ پہنچاؤ اور لوگوں کی دی ہوئی تکالیف کو برداشت کرو۔"(۸)

مباش در پی آزار ہر خواہی کن
کہ اکٹھا غیر ازین گناہی نیست

"یعنی جو برائی چاہو کر لو لیکن دوسروں کو ایذاء نہ پہنچاؤ کیونکہ ہمارے مذہب میں اس سے بڑا کوئی اور گناہ نہیں۔"(۹)

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب سے میں نے مخلوقِ خدا سے صلح کی ہے پھر کبھی مخلوقِ خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے میں نے اپنے نفس سے جنگ کی ہے پھر اس سے کبھی صلح نہیں کی۔"

گویا توحید اور انسان دوستی کے مطالب تصوف کو ہر انسان کے لیے مفید بناتے ہیں حسنِ خلق اور انسان دوستی کے تصورات میں انسان کی دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہے۔ توحید خالص اختیار کرنے سے بندہ مؤمن بنتا ہے اور یوں اس کی آخرت سنور جاتی ہے انسان دوستی اپنانے سے وہ معاشرے کا معتبر اور مفید فرد بن جاتا ہے یوں اس کی دنیا سنور جاتی ہے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "جب میں عرش خداوندی کے پاس پہنچا تو میں نے

دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا اللہ کو زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو۔''

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''قیامت کے دن سب سے بڑا انعام اس کو ملے گا جس نے مسلمانوں اور عام انسانوں کی خوشی کے لیے کام کیا۔''(۱۰)

یہ نظریات تصوف کی عالمگیر اہمیت اور اس کی ضرورت آنے والی صدیوں میں بھی قلم کرتے ہیں موجودہ زمانے میں نوجوان نسل جو بے راہ روی افراتفری بدسکونی کا شکار ہورہی ہے والدین واساتذہ عاجز آ گئے ہیں اوران کے راہِ حق سے گمراہ ہونے پر شرمندہ وپریشان ہیں۔

تو جب ایسی صورتحال تھی تو اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام نے نوجوان نسل کو بڑی شفقت ومحبت اور دعا سے سنبھالا۔ نئی نسل کے سامنے ان کا اپنا طریقِ زندگی بہت احسن تھا۔ حضرت ابوالخیر ابوسعید ایک روز نیشاپور کے قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے گئے وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی رہی تھی اور گانے بجانے میں مصروف تھے آپ کے ساتھ نہایت برہم ہوئے اور انہیں مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا شیخ نے انہیں روک دیا اور اوباشوں کے پاس جاکر فرمایا:

''اے اللہ! جس طرح اس جہاں میں انہیں شادمانی دی ہے اسی طرح آخرت میں بھی انہیں شادمانی عطا کر''

سب اوباش شیخ کا یہ سلوک دیکھ کر تائب ہو گئے ایک نوجوان بربط شراب کے نشے میں مست جارہا تھا اس دور کے مشہور صوفی حضرت عثمان حیری کو دیکھا تو فوراً برتن چھپالیا اور ٹوپی اوڑھ لی آپ نے اس سے نہایت نرمی سے کہا:

''ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں۔''

حضرت عثمان حیری کا یہ سلوک دیکھ کر اس نے توبہ کرلی آپ اس کو اپنے ساتھ لائے غسل کروایا خرقہ پہنایا اور دعا فرمائی۔

''اے اللہ جو میرے بس میں تھا وہ میں نے کر دیا اب جو تیرے اختیار میں ہے اس کی تکمیل فرما۔''

ان کی اس دعا نے شرابی نوجوان میں ایسا روحانی کمال پیدا کر دیا کہ حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ بھی حیران رہ گئے۔

ایک روز شیخ ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک پڑھ رہے تھے ان کے ہمسائے میں ایک کبوتر باز رہتا تھا وہ

اپنے کبوتروں کو اُڑانے کے لیے ڈھیلے مارتا تھا جس سے حضرت ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ بہت تنگ تھے ایک اور ڈھیلا ان کے سر پر لگا جس سے ان کا سر پھٹ گیا آپ کے مریدین نے کہا کہ ہم کوتوال رپورٹ درج کرائیں گے شیخ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خدمت گزار کو بلایا اور کہا کہ فلاں جنگل سے لکڑی کاٹ لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے ہمسایہ کو وہ لکڑی بھجوائی اور کہا کہ اس سے کبوتر اُڑایا کرو ڈھیلوں سے نہ اُڑایا کرو۔ (۱۱)

دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا دوسروں کے ساتھ انکسار سے پیش آنا، سب کی عزت کرنا، سب پر شفقت کرنا، انبیاء واولیاء کا اخلاق ہے۔

دولت یا حکومت کا ہونا تصوفِ اسلامی کی روایات کے منافی نہیں تصوف میں دنیا بُری نہیں دنیا داری بُری ہے، دولت بُری نہیں دولت کی محبت بُری ہے جو اللہ تعالیٰ سے غفلت کا سبب بنتی ہے اس لیے صوفیہ کرام نے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر عوام کے حقوق کی ترجمانی کی اور ان کے حقوق کے لیے آواز بلند کی اور اپنی تالیفات، ملفوظات اور حکایات میں ان پر روشنی ڈالی یوں ان کی آواز نے آمرانہ دور میں ایک طور پر حزبِ اختلاف کا کردار ادا کیا۔ جابر حکمران کے سامنے اہلِ حق کی حق گوئی اور بے باکی تصوف کی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے انہوں نے ہمیشہ حکمرانوں کو عوام کے مسائل حل کرنے اور معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کی تلقین کی ہے وہ عوام میں سے تھے اور مرجع خلائق رہتے تھے۔ بقول علامہ:

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (۱۲)

وقت کے مشہور صوفی وزاہد حضرت طاؤس یمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ ہشام نے اپنے دربار میں بلایا جب وہ شاہی دربار میں حاضر ہوئے تو شاہی مسند کے پاس جوتے اتار دیئے اور کہا ہشام السلام علیکم! ہشام کو بہت غصہ آیا اس نے کہا تم نے چار گستاخیاں کی ہیں میری مسند کے پاس جوتا اتارا، مجھے میرے نام سے پکارا اور میرے ہاتھ پر بوسہ نہیں دیا اور مجھے امیر المومنین نہیں کہا، حضرت طاؤس یمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا میں پانچ بار خدائے رب العزت کے گھر میں اس کے سامنے جوتے اتارتا ہوں وہ سب کا بادشاہ ہے احکم الحاکمین ہے وہ تو اس بات پر غصے نہیں ہوتا اور یہ کہ میں نے تمہیں امیر المومنین اس لیے نہیں کہا کہ تمام لوگ تمہیں امیر المومنین نہیں مانتے میں نے سوچا کہ میں جھوٹ بولوں گا اگر تمہیں امیر المومنین کہا۔ میں نے نام سے پکارا ہے کنیت سے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام سے یاد کی ہے اور کہا یاداؤد، یاموسیٰ، یاعیسیٰ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے تبت یدا ابی لھب اور بوسہ نہ دینے کا معاملہ تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز نہیں البتہ بیوی کے ہاتھ کو محبت سے اور اپنے بچوں کے ہاتھ کو شفقت سے ہشام نے کہا کوئی

نصیحت کریں۔ کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہیں جو اس امیر کے منتظر ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ عدل نہیں کرتے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔

ایک حاکم مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے فخر و غرور سے گزرا مالک بن دینار نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس طرح چلنا ناپسندیدہ ہے؟ اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں میں کون ہوں؟ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! مجھے معلوم ہے کہ تم پہلے بھی آلائش تھے (قبل از ولادت) آخر کار (مرنے کے بعد) آلائش بن جاؤ گے اور درمیانی عرصہ میں بھی آلائش اُٹھائے پھرتے ہو۔ (۱۳)

نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے بڑا انعام اس کو ملے گا جس نے مسلمانوں اور عام انسانوں کی خوشی کے لیے کام کیا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس فکر کو اس طرح بیان کیا ہے:

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا
وہ نگاہ کی تیر بازی یہ سپاہ کی تیر بازی (۱۴)

اس لیے صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ صاحبان جاہ وحشم سے میل جول رکھنا کہ دوسروں کے کام کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا جائے ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنی ذات کو فنا کر دیا اور پھر فنا کے بعد حق کو پالیا ان کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں۔ صوفیہ خود اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کے لیے مال خرچ کرتے اور اپنا اثر ورسوخ بھی کام میں لاتے ہیں انہوں نے اپنی شفقت ومحبت صرف مسلمان طبقے کے لیے نہ رکھی بلکہ اسے عالمگیریت اور ہمہ گیریت سے مزین کیا اور دوسروں کے مسلک اور عقیدہ پر تنقید کی بجائے ان کا احترام لازم قرار دیا۔

حضرت بایزید بسطامی کے پڑوس میں آتش پرست رہتا تھا افلاس کی وجہ سے وہ ایک دن چراغ روشن نہ کر سکا تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ رو رہا تھا بایزید خود چراغ جلا کر اس کے ہاں رکھ آئے اور بچہ خاموش ہو گیا۔ بچے کے والدین نے کہا کہ جب بایزید کی روشنی آگئی ہے تو ہم پر افسوس کہ ہم تاریکی کی زندگی بسر کریں، فوراً مسلمان ہو گئے۔ (۱۵)

بندہ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بہ کافر و مومن شفیق (۱۶)

''بندہ حق حق تعالیٰ کی پیروی میں مومن ہو یا کافر سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے۔''

سماج میں محبت بانٹنے سے لوگوں کی طرف سے انہیں محبت بھرے جذبات موصول ہوئے آباؤ اجداد

کے ادیان کو ترک کر کے مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنے شہروں، محلوں، علاقوں، اداروں اور یونیورسٹیوں کے نام ان وجود سعید کے نام منسوب کر دیے۔ ان کی نظروں میں وہ شہر متبرک ہو گئے مثلاً ملتان شریف (اولیاء کا شہر) اُچ شریف، داتا کی نگری (لاہور) تونسہ شریف پاکپتن شریف، جہانیاں جہاں گشت، اجمیر شریف، سلمانکی محلہ، (انڈیا میں) اور قونیہ (ترکی) کا نام لیا جائے تو اگلا نام جو ذہن میں آتا ہے وہ مولانا جلال الدین رومی کا ہے۔

ایک صوفی شیخ ابوالعباس نہاوندی کی خدمت میں ایک عیسائی مسلمان کا روپ دھار کر بطورِ امتحان چار مہینے ان کی خدمت میں رہا شیخ نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، چار ماہ کے بعد عیسائی نے رخصت کی اجازت چاہی، شیخ نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا یہ جوانمردی نہیں کہ تم آؤ درویشوں کے ساتھ نان ونمک کھاؤ ان کی مجلسوں میں بیٹھو اور پھر آخر میں جیسے آئے تھے ویسے ہی بیگانے چلے جاؤ یہ سن کر عیسائی سکتے میں آ گیا۔ شیخ کی فراست وولایت اور اسلام کی حقانیت کا سچے دل سے اعتراف کیا اور مسلمان ہو گیا شیخ کی صحبت میں رہ کر ایسا مقام ومرتبہ پایا کہ ان کی وفات کے بعد شیخ کا خلیفہ بنا۔(۱۷)

تصوف کے مثبت اثرات کے تحت مشرقی ادب میں فحاشی عریانی خوشامد بے جا مدح اور قصیدہ گوئی کی روایت کم اور کمزور ہوئی۔ تصوف نے تعصّباتِ مذہبی کو ختم کر کے اتحاد کا درس دیا ان کے نزدیک تمام مخلوق خداوند تعالیٰ کے دامنِ ربوبیت میں پل رہی ہے خواہ وہ شیعہ ہو، سنی ہو، وہابی ہو، یہودی ہو، کافر ہو، مشرق کا رہنے والا ہو خواہ مغرب کا اردو بولتا ہو یا انگریزی، صوفی صاف دل سب سے محبت کرتا ہے۔ گویا انہوں نے اپنے حسنِ عمل اور حسن اخلاق سے اسلام کی روح کی تبلیغ کی ہے۔

موجودہ دور میں متصوفین صوفی پن کا ڈھونگ رچا کر جنگلوں میں نکل جانے طہارت و پاکیزگی کے شرعی اصولوں کو طاق نسیان میں رکھ کر لوگوں کی نظروں میں اپنے لیے متبرک۔ مقام کا طالب ہے، جبکہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں ترکِ دنیا یہ نہیں کہ انسان ننگا پھرے، لنگوٹ باندھے ترک دنیا تو یہ ہے کہ دوسروں کو کھلائے، زخمی دلوں پر شفقت کرے، مستحقین کی مدد کرے اور اپنا دل فانی دنیا کی محبت سے خالی رکھے، کرامات دکھا کر لوگوں کو مرید نہ کرے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے فرمایا مکھی اور چیلیں بھی اُڑتی ہیں کسی نے کہا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتا ہے شیخ نے کہا شیطان بھی ایک لمحے میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے، شیخ نے کہا ایسی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ سچا صوفی وہ ہے جو خدمتِ خلق کرے، خلقِ خدا کے بیچ زندگی بسر کرے ان کے ساتھ لین دین کے معاملات

کرے ان سے اچھا میل رکھے (۱۸) موجودہ دور میں متصوفین نے اپنے لیے ہاتھ سے روزی کمانا ناجائز سمجھ رکھا ہے بہت سے مفت خور متولیوں نے صوفیہ کے مزارات کو جھاڑ پھونک اور نذر و نیاز کے اڈوں میں تبدیل کر کے اپنی آمدنی اور لوٹ مار کا ذریعہ بنالیا ہے۔

شاہ رستہ کون وکھاوے

حد لٹن لگے پیر (۱۹)

اس قسم کا تصوف بصیرت و فراست جرأت و جسارت غیرت ایمانی رزقِ حلال کے حصول کا درس نہیں بنتا، اکتساب رزق کا اہتمام تمام اولیاء وصوفیہ نے اپنے ہاتھ سے سنتِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے کیا۔

ایک دن شیخ علاء الدولہ سمنانی درویشوں کے ساتھ روئی سے بنولہ نکال رہے تھے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیکار نہ بیٹھتے تھے اور نہ بیکار لوگوں کو پسند کرتے تھے۔ (۲۰)

صوفی کا معاشرے میں ایک فعال رکن ہونا ضروری ہے اور رہبانیت تو اسلامی تصوف کا جز نہیں اس لیے صوفیہ سماجی دکھوں کے احساس کو جانتے تھے انہوں نے خاص طور پر امراء کی توجہ اس طرف مبذول کروائی اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اکثریت انہیں میں سے تھی۔ بایزید بُسطامی سقا تھے، سری سقطی پرچون فروش تھے، جنید بغدادی شیشہ گر، خیر نساج جولاہا، ابوالعباس آملی قصاب، ابوحمزہ بغدادی بزّاز، ابونصر طوسی زین ساز، مشہور صوفی ابوعلی ''رقاق'' ان کی مختلف پیشوں سے وابستگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ نہ تھے۔

عالم کفر مسلمانوں کے اخلاق، تہذیب اور مذہبی روایات کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ مذکورہ تصوف کے لائحہ عمل کی روشنی میں بڑے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ آنے والی صدیوں میں اگر کوئی مسلک زندہ رہ سکتا ہے اور انسانیت کے لیے مفید ہوسکتا ہے تو وہ خالص اسلامی تصوف ہے جس میں وحدت حق وحدتِ انسانی پر ایمان کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کا توازن ہے۔

عصرِ عاضر میں تصوف اور صوفیہ میں جس عالمگیر دلچسپی کا اظہار ہو رہا ہے وہ بعض اعتبار سے حیرت انگیز ہے اس دلچسپی کے محرکات و اسباب مختلف نوعیت کے ہیں۔ ایک طرف علمی حلقوں میں یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کا اثر و نفوذ صوفیہ کی مساعی کا نتیجہ تھا دوسری طرف تصوف میں دلچسپی کا محرک مادیت کے خلاف انسان کا فطری ردِعمل ہے۔ انسانی قلب جس سکون کی تلاش میں ہے وہ زر اور زور کی

دسترس سے باہر ہے ضرورت یہ ہے کہ اب انسان اپنا تعلق اپنے رب سے جوڑے اور اپنی زندگی کو روحانی اور اخلاقی قدروں کی چاکری میں بسر کرنا سیکھے۔

اگر کسی فرد یا قوم کو انسانی عظمتوں کے ساتھ زندہ رہنا ہے تو اسے قاسم نعمت ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت کو مستحکم اور ان کی اطاعت کو لازم کرنا ہوگا پہلی نسلوں کی ضرورت بھی یہی تھی اور آئندہ نسلوں کی ضرورت بھی یہی ہے اسی میں حیات سرمدی اور ابدی سکون کا راز مضمر ہے۔ انہی محرکات کے پیش نظر صوفیہ کی زندگی انسانی فلاح، انسان کی اخلاقی تربیت کی کوششوں کی حقیقی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بہر حال: تصوف اسلامی تعلیمات کا وہ اظہار جسے ایک حق آگاہ انسان کو قائم رکھنا ہے تاکہ ایسی رحمتوں بھرا معاشرہ قائم ہو سکے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے جو رحمان ورحیم ہے رسول اللہ ﷺ کو مطلوب ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں اور جو قرآن کا مقصود ہے جو تمام تر رحمت وشفا ہے۔

OOO

حوالہ جات

۱۔ آر۔ جی Colling wood، تعلیم، سماج اور کلچر، ترجمہ: اختر انصاری، لاہور: بک ھوم، ۲۰۰۵ء

۲۔ میاں عبدالرشید، اسلام اور تعمیرِ شخصیت، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ص ۵

۳۔ الطوسی، ابونصر، سراج، اللمع فی التصوف، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقات اسلامی، جامعۃ اسلامیۃ العالمیۃ، ص ۵۹

۴۔ علامہ، محمد اقبال، بانگ درا، طلوعِ اسلام، لاہور: اے۔ این۔ اے پرنٹرز

۵۔ الطوسی، اللمع فی التصوف، ص ۶۳

۶۔ القشیری، ابوالقاسم، رسالہ قشیریۃ، مترجم: مفتی محمد صدیق ہزاروی، لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، ۲۰۰۹ء، ص ۳۵

۷۔ صدیقی، ظہیر احمد، ڈاکٹر، تصوف جدید معاشرے میں، لاہور: تخلیقات، ۲۰۱۲ء، ص ۴۹

۸۔ اُنظر، الطوسی، اللمع فی التصوف، ص ۶۴۔ ۷۵

۹۔ الشیر ازی، محمد حافظ، دیوان حافظ خواجہ شمس الدین غزلیات، شمارہ ۶۲، تاریخ نشر: ۵۱۔ ۸۲

۱۰۔ الطوسی، اللمع فی التصوف، ص ۷۷

۱۱۔ عطار، فرید الدین، تذکرہ اولیاء، مترجم: نذیر احمد سیماب قریشی، لاہور: شیخ برکت علی اینڈ سنز تاجرانِ کتب کشمیری بازار، ص ۳۵۰

۱۲۔ علامہ، محمد اقبال، بال جبریل، ص ۴۰۲، شعر کا پہلا مصرعہ: آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی ہے

۱۳۔ عطار، تذکرہ اولیاء، ص ۱۹۳

۱۴۔ علامہ، محمد اقبال، بالِ جبریل، ص ۳۶۶

۱۵۔ عطار، تذکرہ اولیاء، ص ۳۸

۱۶۔ علامہ، محمد اقبال، جاوید نامہ، خطاب بہ جاوید (سخنی بہ نثرادنو)، لاہور: اقبال اکادمی، ص ۲۳۱

۱۷۔ عطار، تذکرہ اولیاء، ص: ۴۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۹۔ سجاد بخاری، کچ داھتھ، لاہور: گورا پبلشرز، ۲۵ لوئر مال، ۱۹۹۵ء، ص ۱۷

۲۰۔ سمنانی، علاء الدین، مجلس چہل، مرتبہ: سجستانی، محمد اقبال شاہ، تہران، ص ۲۰

○○○